جدید اردو نظم میں سماجی شعور

ڈاکٹر انتل ضیا شعبۂ اردو، (جامعۂ شہید بینظیر بھٹو برائے خواتین پشاور)
نوشین مہمند ایم فل سکالر (جامعۂ شہید بینظیر بھٹو برائے خواتین پشاور)
ڈاکٹر زینب شاہ (لیکچرار اردو محکمہ اعلی تعلیم خیبر پختونخوا)

Abstract:

This article explains how modern Urdu nazm shows social awareness by discussing issues like class differences, political injustice, human freedom, and social change. The Progressive Writers' Movement greatly influenced this form of poetry and turned it into a voice of resistance and social criticism. By looking at the works of Iqbal, Faiz, Jalib, Faraz, Sahir, and others, the study shows how Urdu poetry represents people's struggles and encourages social and intellectual awakening. The article concludes that modern Urdu nazm is not just poetry, but also a reflection of the social and political conditions of its time.

Keywords: Modern Urdu Nazm, Social Consciousness, Progressive Writers' Movement, Socio Political Critique, Class Inequality, Resistance Poetry, Iqbal, Faiz, Social Justice in Literature

اردو نظم وہ صنف سخن ہے کہ جس میں کسی خاص موضوع پر فلسفیانہ اور مفکرانہ انداز میں داخلی اور خارجی تاثرات پیش کیے جاتے ہیں۔ نظم کی صنف اس بات کی متحمل ہے کہ اس میں مختلف موضوعات کو پیش کیا جاسکتا ہے اور اردو نظم میں یہ خوبی موجود ہے کہ اس میں متنوع موضوعات کی کوئی قید نہیں ہے۔ اردو نظم ہمیشہ سے معاشرتی اور فکری شعور کی ترجمان رہی ہے۔ اس صنف نے انسانی زندگی کے دکھ، طبقاتی ناانصافی، استحصالی نظام، عورت کی حیثیت، اور فرد و معاشرہ کے تعلقات کو نہایت مؤثر انداز میں بیان کیا ہے۔

اردو نظم کا سفر محض جمالیاتی تجربے تک محدود نہیں رہا بلکہ اس نے ہر دور میں معاشرتی حالات، طبقاتی کشمکش، اور انسانی اقدار کی ترجمانی کی۔ اردو شاعری خصوصاً نظم نے وہ کردار ادا کیا ہے جو تاریخ کی کتابیں بعض اوقات ادا نہیں کر سکیں۔ برصغیر میں بیسویں صدی کے آغاز پر نو آبادیاتی نظام، طبقاتی تفریق، اور سیاسی بیداری کے ساتھ ساتھ ادبی دنیا میں بھی ایک نئی تحریک نے جنم لیا جو ترقی پسند تحریک ہے اس تحریک نے زندگی میں موجود حوالوں کو موضوع بنایا۔ اس تحریک کے زیر اثر بہت سے شعرا نے سماج کی تصاویر پیش کی جس کا مفصل بیان مقالے میں کیا جائے گا اس مقالے میں اقبال، فیض احمد فیض۔ حبیب جالب، و دیگر شعرا کے حوالوں سے اردو نظم میں سماجی شعور کو پیش کیا جائے گا۔

اردو نظم محض فنِ اظہار نہیں بلکہ عہد کی دھڑکن اور معاشرتی شعور کی آئینہ دار صنف ہے۔ یہ وہ صنف سخن ہے جس نے انسان کے داخلی جذبات، خارجی حقیقتوں، سیاسی جبر، طبقاتی ناہمواریوں، معاشرتی شکست و ریخت، انسانی آزادی، عورت کے وجود، اور فرد و سماج کے تعلق کو نہایت مؤثر، علامتی اور فکری انداز میں پیش کیا۔ جدید اردو نظم نے بیسویں صدی کے سیاسی انتشار، سامراجی استحصال، معاشی عدم مساوات، ثقافتی ٹکراؤ اور فکری بیداری کو جس بالغ نظری سے سمجھا اور بیان کیا، وہ اسے دیگر اصناف سے ممتاز کرتا ہے۔

ترقی پسند تحریک نے اردو نظم کو سماجی حقیقتوں سے جوڑا۔ اس تحریک کے اثر سے نظم محض جمالیاتی تجربہ نہ رہی بلکہ سماجی شعور، سیاسی احتجاج اور انسانی وقار کی بلند آواز بن گئی۔ اقبال، فیض، سردار جعفری، مجروح سلطانپوری، ساحر لدھیانوی، حبیب جالب، احمد فراز اور دیگر شعرا نے انسان، سماج، طبقاتی کشمکش، حریتِ فکر، جبر اور مزاحمت کو اپنی نظموں کا بنیادی موضوع بنایا۔

علامہ اقبال کی جدید اردو نظم میں سماجی شعور نہایت گہرائی اور معنویت کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ اقبال معاشرتی زوال، اخلاقی پستی، غلامی، ناانصافی اور قوم کی بے حسی کو صرف بیان نہیں کرتے بلکہ اپنے فکر و فن کے ذریعے ایک فعال اور باوقار اجتماعی شعور بیدار کرتے ہیں۔ ان کی نظم شکوہ اور جوابِ شکوہ میں امتِ مسلمہ کی اجتماعی کمزوریاں اور اصلاحِ احوال کا مؤثر پیغام ملتا ہے، جبکہ خضرِ راہ، طلوعِ اسلام اور مسافر میں مستقبل کی تعمیر، خودی کی تقویت اور سماجی بیداری کی لہر واضح طور پر نظر آتی ہے۔ اقبال فرد کو اس کے سماجی کردار، ذمہ داری اور تاریخی شعور سے آگاہ کرتے ہیں کہ قوموں کی تقدیر افراد کے عمل سے بنتی ہے۔ ان کی فکر میں جدید انسان کے مسائل، طبقاتی تفاوت، استحصال اور نو آبادیاتی جبر کے خلاف شدید ردِ عمل موجود ہے۔ اسی لیے اقبال کی نظم جدید اردو نظم میں سماجی بیداری اور فکری آزادی کی بنیاد تصور کی جاتی ہے، جو انسانی وقار، خودی، عمل اور اجتماعی تعمیرِ نو کی راہ ہموار کرتی ہے۔ اقبال کی شاعری نے فرد کی خودی، اجتماعی بیداری، سماجی عدل اور استعمار دشمنی کو نئی فکر عطا کی۔ اقبال کی نظم سیاسی شعور کو صرف بیان نہیں کرتی بلکہ اسے فعال اور مثبت قوت میں ڈھالتی ہے۔ اقبال کا یہ مشہور شعر استعمار کے خلاف اجتماعی شعور کی علامت ہے۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ[۱]

یہ شعر صرف فرد کی اہمیت نہیں بلکہ قوموں کی اجتماعی طاقت کو بھی واضح کرتا ہے۔ اقبال کا تصورِ خودی دراصل فرد کی وہ تربیت ہے جس کے ذریعے وہ سماج میں فعال کردار ادا کرتا ہے۔ اسی طرح نظم "شکوہ جوابِ شکوہ" میں مسلمان سماج کے اجتماعی زوال کا سماجی تجزیہ ملتا ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر[۲]

یہ اشعار معاشرے کی اخلاقی، فکری اور روحانی کمزوریوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اقبال نے انسان کو سماج میں ذمہ داری اور عملیت کا پیغام دیا۔ اقبال خودی کے تصور میں فرد کو زندگی کا ادراک دیتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ فرد اپنی ذات کے عرفان کے بعد ہی کائنات کا شعور کر سکتا ہے، اور اگر خودی کو استحکام حاصل ہو جائے تو ایک عمدہ سماج کی بنیاد پڑ سکتی ہے۔

جدید اردو نظم میں سماجی شعور کے حوالے سے فیض کی شاعری ایک مضبوط اور توانا علامت کی حیثیت رکھتی ہے۔ فیض نے اپنی نظموں میں محبت، امن، مساوات اور انسانی آزادی جیسے تصورات کو محض جذباتی سطح پر نہیں برتا بلکہ انہیں سماجی ناانصافی اور طبقاتی جبر کے خلاف جدوجہد کی علامت بنا دیا۔ ان کی نظم "بول کہ لب آزاد ہیں تیرے" میں اظہارِ حق کی دعوت، "ہم دیکھیں گے" میں ظلم کے نظام کے خاتمے کی امید، اور "مجھ سے پہلی سی محبت" میں سماجی دکھوں کا ادراک، جدید نظم کے اس رجحان کی واضح مثالیں ہیں جہاں شاعر فرد کی داخلی کیفیات کو اجتماعی دکھ درد سے جوڑتا ہے۔ فیض نے استعاروں، علامتوں اور انقلابی لہجے کے ذریعے جدید اردو نظم کو نہ صرف نئے فکری زاویے دیے بلکہ اسے معاشرتی تبدیلی کا ایک موثر ذریعہ بھی بنایا۔ فیض کی نظم سماجی ناانصافی، آمریت کے خلاف جدوجہد اور انسانی آزادی کی توانا آواز ہے۔ ان کی شاعری میں محبت اور انقلاب ایک ہی سکے کے دو رُخ ہیں۔ فیض کہتے ہیں

دل سے تو ہر معاملہ کر کے چکے مگر
آنکھیں ابھی فقیر ہیں، آنکھوں کا کیا کریں[۳]

یہ شعر نفسیاتی اور سماجی جبر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ فیض سماج میں موجود عفریت کا بیان بہت خوبی سے کرتے ہیں وہ غریب مزدور، کسان، اور پسے ہوئے طبقے کے لیے آواز بلند کرتے ہیں۔ اسی طرح طبقاتی استحصال کے خلاف نظم" مزدور "میں کہتے ہیں

مچھروں کے غول، مٹی دھول، پیاسے دن، بھوکی رات
کس غم میں تجھ کو نیند آئی اے مزدور کے دوست؟۴

یہ جدید اردو نظم میں محنت کش طبقے کی سب سے توانا ترجمانی ہے۔ آمریت کے خلاف ان کی لازوال نظم" نثار میں تیری گلیوں پہ " سماجی اور سیاسی شعور کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

جو تجھ پہ گزری سو گزری مگر شبِ ہجراں
ہمارے شہر میں اب تک وہی فضا ہے کہ جو تھی۵

فیض کی نظموں میں جبر کے خلاف اجتماعی مزاحمت کا شعور پوری شدت سے موجود ہے۔ اس لیے ان کی نظم میں وطن کی محبت ایک مضبوط استعارہ ہے، سیاسی نظام کی بدحالی کا بیان وہ بہت بے باکی سے کرتے ہیں وہ آزادی کی صبح کو داغدار اس لیے کہتے ہیں کہ جس جذبے کے تحت وطن حاصل کیا تھا وہ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد نہ رہا اور ہر فرد حوس کا غلام بن کر اپنے مفاد کے لیے کام کرنے لگا اس کے خلاف فیض نے اپنی نظم میں اواز اٹھائی۔

جدید اردو نظم میں سماجی شعور کی جس شدت، بے باکی اور عوامی ترجمانی کا سب سے مضبوط اظہار ملتا ہے، وہ حبیب جالب کی شاعری میں نمایاں ہے۔ جالب نے روایت سے ہٹ کر ایسی نظم تخلیق کی جو محکوم عوام کی آواز بنی۔ ان کی نظموں میں سیاسی جبر، طبقاتی ناہمواری، معاشرتی ناانصافی اور انسانی آزادی کا مطالبہ پوری قوت سے ابھرتا ہے۔ وہ طاقتور طبقے کی سرمایہ دارانہ سازشوں کے مقابل عوام کی امنگوں کو زبان دیتے ہیں۔ جیسے اُن کا معروف احتجاجی لہجہ: "دیپ جس کا محلِ شب میں جلے، ایسا دیپ جلانا ہے"—یہ صرف شعری پکار نہیں بلکہ ایک انقلابی منشور ہے۔ جالب کی نظمیں جدید اردو نظم کو نہ صرف سیاسی شعور بخشتی ہیں بلکہ قاری کو اپنے عہد کی ناانصافیوں کے خلاف فکری بیداری کا پیغام بھی دیتی ہیں۔ حبیب جالب جدید اردو نظم میں عوام کی آواز ہیں۔ ان کی شاعری میں سادگی، سچائی، جبر کے خلاف احتجاج اور حاکم طبقوں کی منافقت پر سخت گرفت ملتی ہے۔ ان کا معروف شعر ہے۔

دیپ جس کا محلات ہی میں جلے
چند لوگوں کی خوشیوں کو لے کر چلے
وہ جو سائے میں ہر مصلحت کے پلے
ایسے دستور کو، صبحِ بے نور کو
میں نہیں مانتا، میں نہیں مانتا۶

یہ جدید اردو نظم میں سیاسی شعور کا سب سے مضبوط اظہار ہے۔ سماجی طور پر انصاف اور مساوات سماج کی بہتری کا حوالہ ہوتا ہے اور اگر عوام کو بنیادی ضروریات مہیا نہیں اور امیر امیر طر ہو رہا ہے اور غریب دو وقت کی روٹی کے لیے تڑپ رہا ہے تو شاعر ایسے سماج اور نظام کے خلاف آواز اٹھاتا ہے۔ ایک اور نظم میں عوام کی معاشی حالت بیان کرتے ہیں۔

بھوک نے کتنے خواب چرائے
کون بتائے، کون بتائے۷

یہ اشعار سماجی ناہمواری اور معاشی استحصال کی بھرپور تصویر پیش کرتے ہیں۔ حبیب جالب معاشی ناہمواری کے خلاف بھرپور احتجاج کرتے نظر آتے ہیں ان کی شاعری میں انقلاب کی بھرپور آواز موجود ہے۔ وہ سماج کے ہر حوالے کی تصویر کشی اپنی شاعری میں کرتے ہیں۔

احمد فراز کی شاعری جدید اردو نظم کے اسالیب، حساسیت اور فکری جہتوں کی روشن مثال ہے۔ ان کی نظموں میں عصری شعور، فرد کی داخلی کشمکش، سماجی ناانصافیوں کے خلاف احتجاج اور محبت کی لطیف ترین کیفیات ایک ساتھ جلوہ گر ہوتی ہیں۔ فراز نے جدید نظم کو محض تجرباتی اسلوب تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے جذبات اور معنی کی گہرائی سے ہم آہنگ کیا۔ ان کی زبان سادہ مگر اثر انگیز، آہنگ نرم مگر بھرپور اور لہجہ رومانوی ہونے کے باوجود شدید احتجاجی بنتا دکھائی دیتا ہے۔ جدید اردو نظم کی موضوعاتی وسعت؛ جبر، سیاسی استحصال، آزادیِ فکر، انسانی وقار، محبت اور ہجرت فراز کے ہاں نہ صرف نمایاں ہے بلکہ ایک شاعرانہ صداقت کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نظم آج بھی جدید اردو شاعری کے شعوری ارتقا اور جمالیاتی حرکیات کو سمجھنے کے لیے مرکزی حوالہ سمجھی جاتی ہے۔ احمد فراز نے رومان کو سماجی شعور کے ساتھ جوڑ کر جدید نظم کو نئی وسعت عطا کی۔ وہ ایک طرف رومان کے بھرپور ترجمان ہے تو دوسری طرف سیاسی جبر کے خلاف آواز اٹھاتے ہے، وہ اپنے محبوب کے حسن کو مختلف حوالوں سے بیان کرتے ہیں اس میں بھی سماج کی رومانوی نظر کی خوبصورت عکاسی موجود ہے۔

سنا ہے لوگ اسے آنکھ بھر کے دیکھتے ہیں
سو اس کے شہر میں کچھ دن ٹھہر کے دیکھتے ہیں[۸]

یہ نظم ظالم حکمرانوں اور خوف کے ماحول کی علامتی پیش کش ہے۔ ایک اور جگہ معاشرتی تضادات یوں بیان کرتے ہیں

غنیم کس گماں میں تھا
کہ اس نے وار کر دیا
اسے خبر نہ تھی ذرا
کہ جب بھی ہم بڑھے
تو پھر رکے نہیں یہ سر اٹھے تو کٹ مرے
مگر جھکے نہیں[۹]

یہ شعر سیاسی جبر کے حوالے سے اہم ہے۔ احمد فراز نے زندگی کے مختلف حوالوں کو اپنی نظم کا موضوع بنایا اور سماج کی بھرپور تصویر پیش کی اسی طرح اردو نظم میں ساحر سماج کی آواز بن کر سامنے اتے ہیں ساحر لدھیانوی اور ترقی پسند سماجی شعور لازم وملزوم ہے، ساحر نے سرمایہ دارانہ استحصال، جنگ، بھوک اور معاشرتی ناہمواریوں کو بڑی بے باکی سے پیش کیا۔

دنیا نے تجربات و حوادث کی شکل میں
جو کچھ مجھے دیا ہے، لوٹا رہا ہوں میں[۱۰]

اسی طرح جنگ کے خلاف ناپسندیدگی کا اظہار بھی کرتے ہیں اور نظام کی تبدیلی کے حوالے سے پر امید بھی ہے، اس لیے ایک جگہ کہتے ہیں۔

راج کرے گی خلقِ خدا
جو میں بھی ہوں اور تم بھی ہو[۱۱]

میراجی کی جدید اردو نظم میں سماجی شعور ایک گہری داخلی کشمکش اور بیرونی سماجی حقیقتوں کے امتزاج کے طور پر نمایاں ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے علامتی اور داخلی اسلوب کے سبب "نفسِ انسانی" کے شاعر کہلاتے ہیں، مگر ان کی شاعری میں سماجی جبر، فرد کی تنہائی، طبقاتی تفاوت، اور انسان کے وجودی دکھ کی جھلک مسلسل دکھائی دیتی ہے۔ میراجی انسانی جذبات، محرومیوں اور معاشرتی الجھنوں کو علامتوں، استعاروں اور آزاد نظم کی روانی میں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ فرد کی نفسیاتی بے چینی دراصل سماجی نظام کی خرابیوں کا آئینہ بن جاتی ہے۔ ان کی نظموں میں بکھراؤ، اضطراب اور شکستہ احساسات دراصل اس معاشرے کے بحران کی طرف اشارہ ہیں جس میں انسان اپنی شناخت، آزادی اور تعلق کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔ اسی لیے میراجی کا سماجی شعور روایتی احتجاجی شاعری کی صورت میں نہیں بلکہ داخلی نفسیاتی تجربات کے ذریعے ابھر کر سامنے آتا ہے، جو جدید نظم کی فکری بنیادوں کو مضبوط تر بناتا ہے۔۔ جدید اردو نظم کی بات ہو اور میراجی کا تذکرہ نہ ہو تو بات ادھوری رہ جاتی ہے، میراجی نے وجودیت، فرد کی تنہائی، جنسیاتی الجھنوں اور سماجی دباؤ میں جکڑے انسان کی باطنی دنیا کو نظم کا حصہ بنایا۔ ان کی نظم" پت جھڑ کا ایک دن " سے

ہر شے منہ موڑ کے گم ہوتی جاتی ہے
میں تنہا ہوں اور سایہ بھی چھوٹ گیا[۱۲]

یہ داخلی تجربہ دراصل جدید انسان کی اجتماعی تنہائی کی علامت ہے۔ جدید اردو نظم نے فرد اور سماج، داخلی و خارجی کشمکش، سیاسی و طبقاتی جبر، انسان کی آزادی، عورت کی شناخت، معاشرتی ناانصافی، استحصال اور احتجاج کو جس وُسعت، گہرائی اور موثر انداز میں پیش کیا ہے، وہ اسے دیگر اصناف سے ممتاز کرتا ہے، غرض اردو کے جدید ظم گو شعرا نے بھی کلاسیکس کی طرح اردو نظم میں سماج اور اس سے وابستہ شعور کو بہت عمدہ انداز میں پیش کیا اگر مختصر بات کرون تو اقبال نے سماجی بیداری کی فکری بنیاد رکھی، فیض نے محبت اور انقلاب کو یکجا کر کے جبر کے خلاف نیا شعور دیا، جالب نے عوام کے دکھ درد کو زبان دی، فراز نے داخلی و خارجی تجربات کو نئے رنگ میں بیان کیا؛ ساحر نے معاشیات، جنگ اور استحصال کو موضوع بنایا، میراجی نے وجودیت اور تنہائی کو سماجی سیاق سے جوڑا۔ یوں جدید اردو نظم ایک ایسی مکمل معنوی دنیا ہے جو صرف ادب نہیں بلکہ معاشرتی تاریخ، سیاسی جدوجہد اور انسانی شعور کا معتبر حوالہ بن چکی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ علامہ محمد اقبال، بانگِ درا، شیخ گلزار اینڈ سنز لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۱۲۹
۲۔ علامہ محمد اقبال، بالِ جبریل، سنگِ میل پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۴۵
۳۔ فیض احمد فیض، نقشِ فریادی، کلاسیک بکس لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۷۶
۴۔ فیض احمد فیض، دستِ صبا، کتاب فاؤنڈیشن لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۱۱۳
۵۔ فیض احمد فیض، زندان نامہ، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی، ۲۰۰۶ء، ص ۵۹
۶۔ حبیب جالب، کلیات جالب (دستور)، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۲۰۱

۷- حبیب جالب، غزلیں، ادبی دنیا لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۵۷
۸- احمد فراز، بے آواز گلی میں، نیشن بکس اسلام آباد، ۲۰۱۰ء، ص ۳۳
۹۔ احمد فراز، شہر سخن آراستہ ہے، دوست پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۶۷۴
۱۰۔ ساحر لدھیانوی، تلخیاں، مکتبہ جدید دہلی، ۲۰۰۸ء، ص ۱۲
۱۱۔ ساحر لدھیانوی، آوازیں، ساہتیہ گھر ممبئی، ۲۰۰۴ء، ص ۹۹
۱۲۔ میر اجی، کلیاتِ میر اجی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۱۴۴